سوال

(60)تین وتر ادا کرنے کی صورتیں

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

تین رکعات ادا کرنے کی کیا صورت ہے۔ کیا دو رکعت وتر پڑھ کر تشہد بیٹھنا درست ہے؟ بعض حنفی کہتے ہیں کہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ :

((قال رسول اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلث کوتر النہار صلوۃ المغرب)) (دار قطنی)

''رات کے وقت وتر دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ اس کا کیا مطلب؟''

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

تین رکعت ادا کرنے کی احادیث میں دو صورتیں موجود ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ تین وتر اس طرح ادا کیے جائیں کہ دو رکعت ادا کر کے سلام پھیرا جائے اور پھر ایک رکعت اور پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھی جائے۔ جیسا کہ صحیح بخاری مع فتح البخاری ۲/۵۵۷ پر ابن عمر سے مروی ہے کہ :

((حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: «صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى» وَعَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ: «كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الوِتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ))

''ایک آدمی نے رسول اللہ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پھر کوئی تم میں سے صبح ہونے سے ڈرے تو وہ ایک رکعت پڑھ لے وہ اس ساری نماز کو طاق بنا دے گی''۔

اور اسی سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر و وتر کی جب تین رکعتیں ادا کرتے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے یہاں تک کہ کسی ضرورت سے بات بھی کرتے۔

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص تین رکعت وتر ادا کرنا چاہئے تو وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے پھر ایک رکعت علیحدہ ادا کرلے جو اس کی نماز کو وتر کر دے گی یعنی تین رکعت وتر دو سلام کے ساتھ ادا کرے۔

اسی طرح امام طحاوی حنفی نے شرح معنای الآثار ۱/۲۷۹ کرتے تھے اور ابن عمر نے کہا کہ : "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذلک"۔ نبی کریم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

انور شاہ کاشمیری نے سیدہ عائشہ کی ایک حدیث درج کی ہے کہ رسول اللہ ایک رکعت وتر اس طرح ادا کرتے تاکہ (لا کان یتکلم بین الرکعتین والرکعۃ) دو اور ایک رکعت کے درمیان کلام کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اسے قوی قرار مان کر لکھا کہ میں چودہ سال تک اس حدیث کا جواب سوچتا رہا ہوں ملاحظہ ہو العرف الشذی ۱/۲۲۱، معارف السنن ۴/۲۶۴ درس

ترمذی ۲/۲۲۴۔

نماز وتر کی تین رکعت ادا کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس اسے ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کیا جائے کیونکہ تشہد ادا کرنے سے نماز مغرب کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جس سے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ :

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا توتروا بثلاث تشبھوا بصلاۃ المغرب))

''رسول اللہ نے فرمایا تین وتر اس طرح ادا نہ کرو کہ وہ مغرب کی نماز سے مشابہ ہوں''۔ (مستدرک حاکم ۱/۳۰۴، بیہقی ۳/۳۱، نصب الرایہ ۲/۸۶، فتح الباری ۲/۵۵۸، نیل الاوطار ۳/۴۱، دار قطنی ۱۷۱، شرح معانی الآثار ۱/۲۹۲)

اگر دوسری رکعت میں تشہد بیٹھا جائے تو یہ مغرب کی نماز سے مشابہت ہوتی ہے جس کی ممانعت مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے۔ اس طرح اس کی تائید میں سیدہ عائشہ سے بھی مروی ہے کہ :

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یقعد اِلا فی آخرہن))

''رسول اللہ تین وتر پڑھتے اور آخری رکعت کے علاوہ کسی میں بھی تشہد نہیں بیٹھتے تھے''۔ (تلخیص الجبیر 2/15, فتح الباری 2/558, تلخیص مستدرک للذہبی 1/307)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ :

((عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا».))

''رسول اللہ کی نماز تیرہ رکعتیں ہوتی اور اس میں پانچ وتر اس طرح ادا کرتے کہ آخری رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں تشہد نہیں بیٹھتے تھے''۔ (ترمذی ۲/۳۲۱، ابو داوَد ۲/۸۶، مسلم ۱/۵۰۸)

جب پانچ وتروں کے درمیان تشہد نہیں تو تین وتروں کے درمیان بھی نہیں ہوگا اور سوال میں مذکور ابن مسعود کی روایت ضعیف ہے۔ امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اس روایت کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "لم یروہ عن الاعمش مرفوعا غیر یحی بن زکریا وھو ضعیف'' (دار قطنی ۱۷۳)

اما اعمش سے یحیٰ بن زکریا کے علاوہ اس روایت کو کسی نے مرفوع بیان نہیں کیا اور یحیٰ بن زکریا ضعیف ہے۔

لہٰذا اس ضعیف رویات کو صحیح حدیث کے مقابلے میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ج1

محدث فتویٰ